کشمیر کی اردو صحافت، شمیم احمد شمیمؔ اور آئینہ

ڈاکٹر عبدالحق نعیمی

شعبہ اردو، گورنمنٹ پی۔ جی۔ کالج راجوری

رابطہ 7051075603

[کشمیر کی اردو صحافت میں شمیم احمد شمیمؔ کا رول انتہائی کلیدی اہمیت کا ہے۔ ان کے ذکر کے بغیر کشمیر کی اردو تاریخ نامکمل ہے۔ صحافت کے ادب میں شمیمؔ نے جس ہمت اور دیدہ دلیری کا ثبوت دیا ہے اس کی مثالیں بہت کم ہیں۔ آج بھی ''آئینہ'' کی فائلیں ہمارے لیے اس صحافتی تحریک کا ایک ایسا خزانہ ہیں جس کی دریافت کر کے آئندہ کے صحافی ایک صحت مند ادبی وصحافتی دستاویز کو قلم بند کر سکتے ہیں۔ جموں وکشمیر کی اردو تاریخ میں شمیم احمد شمیمؔ کے بے باک قلم نے جو رول ادا کیا ہے وہ آئندہ نسلوں کے لیے ایک مشعلِ راہ ہے۔ اردو زبان وادب کے اس مرید کی شخصیت کا احاطہ کرتا ہوا یہ مضمون آپ کی خدمت میں پیش ہے۔]

کشمیر کی اردو صحافت کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ کشمیر میں درجنوں نامور صحافی پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی بے باک تحریر کے ذریعے لاکھوں افراد کے قلب وجگر پر ایسے نقوش ثبت کئے جن کے اثرات تادیر نظر آتے رہے۔ ان مقتدر صحافیوں میں پریم ناتھ بزّاز، ثناء اللہ آفتاب، ملک راج صرّاف، اور صوفی غلام احمد جیسے نام قابل ذکر ہیں۔ مذکورہ صحافیوں نے ''وتستہ''، ''ہمدرد''، ''رنبیر'' اور ''آفتاب'' جیسے اخبارات کے ذریعے ملک وملت کے لیے ایسے کارہائے حسنہ انجام دیے کہ رہتی دنیا تک ان کا نام روشن رہے گا۔ انہی ممتاز صحافیوں کی کڑی میں ایک نام شمیم احمد شمیمؔ ہے۔

آسمانِ صحافت کا یہ روشن آفتاب ۱۹۳۴ء میں مولوی محمد یعقوب کے گھر ضلع شوپیان کے ایک دورافتادہ گاؤں کیلر میں پیدا ہوا جس کا نام ماں باپ نے شمیم احمد رکھا اور سنِ شعور کو پہنچنے کے بعد ادب وصحافت کی دنیا میں شمیم احمد شمیمؔ کے نام سے متعارف ہوا۔ شمیمؔ کی علمی ادبی شخصیت کو ہم بچشم تصور جس رخ سے بھی دیکھیں پر کشش اور قابل رشک نظر آتی ہے۔ ادیبوں کے لیے بھی، صحافیوں کے لیے بھی، نقّادوں کے لیے بھی، سخن فہموں کے لیے بھی، قلم کاروں کے لیے بھی، اپنوں کے لیے بھی اور بیگانوں لیے بھی۔ کم وبیش نصف صدی کی صحافتی خدمات کے دوران شمیمؔ نے ایسے رموزِ صحافت پیش کیے اور تہذیب وتمدن کا ایسا قرینہ عطا کیا، کہ قلم کاری کے رموز اور سخن فہمی کے اسرار سے متاخرین تک آشنا ہو گئے۔

شمیمؔ ریاست کے ان چنیدہ صحافیوں میں سے تھے جو اچھے تعلیم یافتہ، ذی شعور، بذلہ سنج، مجسمہ اخلاص، پیکر حسن اخلاق، متین وسنجیدہ انسان تھے جن کی علمی شخصیت سے ایک بھاری طبقہ فیضیاب ہورہا تھا۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ خیز حالات میں خطہ کشمیر کی صحافتی فضا کو بھی بڑی حد تک متاثر کردیا تھا جس سے فکری وذہنی بُعد کے فقدان کی صورت حال پیدا ہوگئی۔ انہی حالات میں شوپیان کی خشک

وبنجر زمین پر یہ تخمِ گل پودے کی شکل میں ہرا ہوااور دیکھتے ہی دیکھتے تناور درخت بن گیا۔ کچھ مدت کے بعد خطہ کشمیر پر پھر بہار آ گئی۔

شمیم نے غالباً ۱۹۶۴ء میں ہفت روزہ ''آئینہ'' جاری کیا۔ ''آئینہ'' روز بروز اس طرح ترقی کرنے لگا کہ چمنستان صحافت کے ہر کونے میں پھول کھل اٹھے ۔ شمیم نے اپنی تحریر میں تجربے ومشاہدے کو بروئے کارلاتے ہوئے کشمیر کی اردو صحافت میں جو ادبی و علمی کارنامے انجام دئے انہیں ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا ۔ آئینہ بہت کم مدت میں ریاست کے باہر بھی صحافتی حلقے میں شہرت پا گیااور ترقی کرتے کرتے برصغیر کے نامور ادبی اور صحافتی دنیا میں متعارف ہوا۔ شمیم کے فنِ صحافت نے قومی سطح پر ایک بہت بڑے دانشور طبقے کو متاثر کیا۔ پروفیسر آل احمد سرورؔ نے شمیم کی صحافت سے متاثر ہو کر لکھا ہے :

> ''دیوان سنگھ مفتون کے بعد شمیم برصغیر کے سب سے مشہور اور موثر صحافی تھے۔ ان کی صحافت میں ادبیت تھی، فن تھا۔''

ہفت روزہ ''آئینہ'' کی اشاعت کا چرچہ کشمیر سے لیکر برِّصغیر تک ہونے لگا۔ شمیم کے مضامین اور خاکے بڑی دلچسپی سے پڑھے جانے لگے جس سے موصوف کی مقبولیت دونوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ شمیم نے کشمیر کی تاریخی، ثقافتی اور جغرافیائی محلِ وقوع کی ترجمانی جس دانشوری اور جرأت مندی کے ساتھ کی اس کی مثال نہیں ملتی۔ شمیم غیر متعصب اور جمہوریت کے قائل تھے وہ ہندوستان میں سیاسی اور سماجی برابری چاہتے تھے۔ شمیم نے کشمیر اور ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ حکومت اور سیاسی جماعتوں کے متعصّبانہ رویوں پر بڑی ہمت اور جواں مردی کے ساتھ نکتہ چینی کی۔ نتیجتاً غریب اور نادار عوام کو کچھ راحت ملی۔ شمیم کو کبھی غیر ملکی ایجنٹ کہا گیا اور کبھی ہند نواز لیڈر لیکن وقت کے بدلتے ہوئے حالات ہوں یا خطرات کے امنڈتے ہوئے بادل، خوف وہراس کی گھنگور گھٹائیں ہوں یا مد مقابل کا سامنا، شمیم کے حوصلے کبھی پست نہیں ہوئے، ہمت میں کمی واقع نہیں ہوئی، حالات کے ساتھ کبھی سمجھوتہ نہیں کیا بلکہ ایک مردِ آہن کی طرح اپنے مافی الضمیر کو صفحۂ قرطاس پر لایا۔ بقول شاعرِ مشرق :

آئینِ جواں مردی حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

پروفیسر قدوس جاوید ایک جگہ اپنی تحریر میں شمیم سے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

> ''شمیم احمد شمیم ایک تاریخ ساز شخصیت کا نام ہی نہیں بلکہ اپنی قوم، اپنے عہد کو راہ دکھانے والے ایک غیر معمولی ''شعور'' کا بھی نام ہے اور اگر اس شعور کو بے وقت (یکم مئی ۱۹۸۰ء) کو نیند نہ آ گئی ہوتی تو شاید آج ریاست جموں وکشمیر کے ''آئینہ'' میں سیاسی، صحافتی اور ادبی وثقافتی منظر ناموں کے عکس کچھ اور ہی جلوے بکھیر رہے ہوتے ۔ شمیم احمد شمیم کی عقلیت، تفکر، تدبر، قوت لسان، تخلیقیت، مطالعہ ومشاہدہ، طنزیہ اسلوب، تعمیری سوچ، مجاہدانہ بے خوفی اور درویشانہ حق گوئی جیسی صفات کا اعتراف اور اظہار تو ہندوستان اور پاکستان کے سینکڑوں ادیب اور دانشور بزرگ اور معاصرین الگ الگ انداز میں کر چکے ہیں۔''[۱]

پروفیسر قدوس جاوید کے اس اقتباس سے بھی یہ عیاں ہے کہ شمیم احمد شمیم نے اپنے قلم کا لوہا پورے برصغیر میں منوایا ہے۔ شمیم کشمیر کے وہ واحد سپوت ہیں جنہوں نے بڑی کم مدت میں صحافت کی دنیا میں ایسے کار ہائے نمایاں انجام دئے ہیں جو نئی نسل کے لیے نمونہ عمل اور مشعلِ راہ ثابت ہوئے۔ شمیم کے ہر جنبش قدم سے یہ صدا بلند ہوتی ہوئی نظر آرہی تھی:

دعائیں دیں میرے بعد آنے والے میری وحشت کو
بہت کانٹے نکل آئے میرے ہمراہ منزل سے

بقول پروفیسر قدوس جاوید ''شمیم وقت سے پہلے غروب ہوجانے والا وہ خورشید تاباں تھا کہ پھر اس کے بعد کشمیر کی صحافت ،سیاست اور ادب میں نہ تو عشق کی وہ گرمیاں باقی رہیں اور نہ معشوق کی عشوہ طرازیاں جو شمیم احمد شمیم کی شخصیت، تحریر اور تقریر میں تھیں۔''

شمیم کو ہم سے جدا ہوئے تین دہائیوں سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے لیکن صحافت کے حوالے سے جب ریاست جموں کشمیر کا جائزہ لیتے ہیں تو ''آئینہ'' کے مدمقابل ہمیں شمیم کا ہم پلہ صحافی کوئی نظر نہیں آرہا۔ شمیم صحافت کی دنیا میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اس حوالے سے سید شجاعت بخاری اس طرح رقم طراز ہیں ۔

''شمیم کی زندگی کا روشن پہلو یہ ہے کہ انہوں نے بنیادی طور پر ایک صحافی کی حیثیت سے کام شروع کیا لیکن بعد میں ایک سماجی کارکن اور سیاست دان کا زاویہ نظر اپنا کر بھی اپنے مقدس قلم کو جس طرح توازن میں رکھنے کا بارشک کام انہوں نے انجام دیا اس کی مثال شاید سالوں میں نہیں مل سکتی۔''

''آئینہ نما'' کی سات جلدوں میں ان کی نگارشات ایک ایسا امتزاج پیش کرتی ہیں کہ نہ صرف شمیم کے قلم کو صحافت کے اعلیٰ بلندیوں کو چھوتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے بلکہ ان کی اردو زبان پر دسترس بھی صاف جھلکتی ہے''۔ ۲؎

کشمیر کی اردو صحافت میں ''آئینہ'' کو وہی اہمیت حاصل ہے جو باغات کے متعدد پھولوں میں گلاب کو حاصل ہے۔ صحافتِ کشمیر کی تاریخ جب بھی مرتب ہوگی شمیم کا نام سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ شمیم نے متعدد سیاسی اور سماجی شخصیات پر قلم اٹھایا ، چند خاکے بھی لکھے۔ ریاست جموں وکشمیر کے بلند پایہ قائد شیخ محمد عبداللہ، مرزا محمد افضل بیگ کی زندگی کا خاکہ اپنی جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے شمیم کے بارے میں اپنے تاثرات میں لکھا ہے کہ ''شمیم کی شخصیت بہت متنازعہ تھی لیکن ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اگر دوسروں کے بارے میں وہ سچی اور کھری بات کہا کرتے تھے تو خود اپنے بارے میں بھی بات کرتے ہوئے کوئی کسر باقی نہیں رکھتے۔ انہوں نے جو اپنے بارے میں خاکہ لکھا ہے اس کا آغاز اس طرح سے ہوتا ہے۔ وہ بڑا بے ایمان ہے، وہ ایک نمبر کا فراڈ ہے، وہ باتوں کا سوداگر ہے، وہ بڑا منہ پھٹ اور گستاخ ہے۔'' ۳؎

شمیم کی حق گوئی اور بے باکی میں کوئی ان کا ثانی نظر نہیں آتا۔ کشمیر کی اردو صحافت میں آئینہ کا کلیدی کردار ہے۔ شمیم کی ہمشیرہ محترمہ قرۃ العین نے شمیم کی تحریروں کو ''آئینہ نما'' عنوان کے تحت آٹھ جلدوں میں مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ جو کشمیر کے اردو صحافت میں ایک سنہری باب کا اضافہ ہے۔ جموں کشمیر کلچرل اکیڈمی نے شمیم کی حیات وخدمات پر ''شیرازہ'' کا ایک خصوصی نمبر

شائع کیا ہے جس میں ریاست اور بیرون ریاست کے نامور ادبا، نقاد اور دانشوروں کی تحریریں شامل ہیں۔ جنہوں نے جدا گانہ عنوانات کے تحت شمیمؔ کی شخصیت اور فن سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ پانچ سو چھہتر صفحات پر پھیلی ہوئی یہ کتاب شمیم احمد شمیمؔ کو بہترین خراج ہے۔ اس خصوصی نمبر میں ''سخن ہائے گفتنی'' کے عنوان کے تحت ظفر اقبال منہاس (سابق سکریٹری کلچرل اکیڈمی) اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

> ''شمیم کے معاصرین نے شعر وادب میں بڑے معرکے سر کئے، سیاست کے میدان میں بڑے عہدوں میں فائز ہو کر نام کمایا، کاروبار کی دنیا میں کامیابی کے جھنڈے گاڑے، لیکن مجموعی طور پر کوئی بھی شمیم بننا تو در کنار اس کی گرد کو بھی نہ پا سکا۔ اس کی وجہ آخر کیا ہے؟ ایک دانشور کا قول ہے کہ جب سچ بول رہے ہوں تو سچ بولنا ایک سیدھا سادہ معاشرتی فعل ہے لیکن جہاں سب جھوٹ بول رہے ہوں وہاں سچ بولنا سب سے بڑی اخلاقی قدر بن جاتا ہے۔ اسے مسلمانوں کی زبان میں شہادت کہتے ہیں اور شہادت اسلامی روایات میں ایک مطلق اور بنیادی قدر کا مرتبہ رکھتی ہے۔''[۴]

شمیمؔ نے جب ہفت روزہ ''آئینہ'' کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا تو اس وقت کے بعض لکھنے والوں نے مصلحتاً اپنے فریضہ صحافت کے حقوق ادا کرنے ترک کر دئے تھے۔ حقائق کو پیش کرنے سے کتراتے تھے، خوف وہراس کے اس ماحول میں شمیمؔ نے مرد مجاہد بن کر اپنے قلم کو اس طرح تھاما کہ کوئی مطلق العنان بھی ان کے وار سے نہ بچ سکا۔

آئینہ کی اشاعت کا زمانہ اس بات کا شاہد ہے کہ آئینہ اور صاحب آئینہ نے تعصب، تنگ نظری، فرقہ پرستی، جہالت اور ظلم جبر کے خلاف جہاد میں ایک لمحہ کے لیے بھی پیٹھ نہیں دکھائی اور صحافت کے معیار کو قائم رکھا۔ شمیمؔ تحریر سے لے کر پارلیمانی ایوان تک جب بھی بولے تو اپنی جرأت مندی اور بے باکی کا وہ مظاہرہ کیا جس کی مثال کوئی دوسرا قائم نہ کر سکا۔ شمیمؔ نے کبھی حالات کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کیا اقتدار اور وقار کی پرواہ کئے بغیر۔ شمیمؔ نے جب بھی قلم اٹھایا تو ایسے لعل وگوہر بکھیرے جو عوام الناس کے دلوں میں گھر کر گئے۔ بقول علامہ اقبال ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں ، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

انیسویں صدی کی اردو صحافت کی تاریخ میں شمیمؔ وہ خورشید تاباں ہے جس کا پلڑا اس صدی کے ہم عصر صحافیوں میں ہمیشہ بھاری رہے گا۔ ''جموں کشمیر میں اردو زبان وادب کا مستقبل'' عنوان کے تحت شمیمؔ کی تحریر کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے:

> ''اس وقت جب کہ ملک کے دوسرے حصوں میں اردو کا حال برا ہے ریاست میں اردو کے مستقبل کا سوال ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یہ زبان جو پچھلے اٹھائیس برسوں سے اپنے ہی وطن میں اجنبی قرار دی گئی ہے اور جس کے خلاف کئی بار قتل کے فتوے جاری ہو چکے ہیں، ہماری ریاست کی سرکاری زبان ہے۔ اس طرح ریاستی آئین نے اردو کو بغیر کسی جدوجہد اور کشمکش کے وہ منصب اور مقام عطا کیا جو اپنے آبائی

وطن اتر پردیش اور دلی میں حاصل کرنے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتی۔ اردو کے ساتھ ہماری یہ محبت اور مروت ایک رعایت یا مصلحت نہیں بلکہ ہماری سیاسی تاریخ، ہماری جغرافیائی حیثیت اور ہماری تعلیمی اور تہذیبی ضروریات کا ایک منطقی نتیجہ ہے۔ یہ زبان سرکاری زبان قرار دئے جانے سے پہلے ہماری جنگ آزادی کی زبان رہ چکی ہے اور ۱۹۳۱ تا ۱۹۴۷ء ریاست کے اندر اور باہر ہم نے اپنی جدوجہد، احتجاج اور مکالمے کے لئے جس زبان کا سب سے زیادہ اور موثر استعمال کیا وہ اردو ہی ہے جموں وکشمیر کے درمیان سیاسی مکالمے اور تہذیبی اشتراک کے لیے اردو ہی ہمارے کام آتی رہی ہے۔'' ۵۔

شمیم نے جہاں اردو زبان کی وکالت اسمبلی سے لے کر پارلیمانی ایوان تک میں کی وہیں اردو زبان وادب کی ترویج واشاعت کے لیے متعدد مضامین بھی لکھے اور اسی زبان کو ترسیل واظہار کا ذریعہ بنایا۔ زندگی کے آخری سانس تک اسی زبان میں لکھتے رہے۔ اس طرح اردو صحافت کے حوالے سے اپنا گراں قدر سرمایہ چھوڑ کر اس دارفانی سے داعیٔ حق کو لبیک کہہ گئے۔ بقول شوریدہ کشمیری ''شمیم احمد شمیم دنیا کے ان چند اشخاص میں سے ہیں جن کی زندگی کا سورج عمرِ طبعی کے نصف النہار کے قریب پہنچ کر ہی غروب ہو گیا لیکن اس مختصر مدت العمر میں انہوں نے ایسے نمایاں کام کئے جن سے ان کا نام ہمیشہ روشن رہے گا۔ شمیم جیسا جوان رعنا ،شگفتہ چہرہ، یار باش، صاف گو، بذلہ سنج، حاضر جواب اور تقریر وتحریر پر یکساں قدرت رکھنے والا ادیب وصحافی اور بے باک سیاسی کھلنڈرا جب بھی یاد آتا ہے اسے مرحوم کہتے ہوئے دل کو ایک دھچکا سا لگتا ہے۔''

شمیم کی صحافت کا مرکز ومحور کشمیر کے عوام اور کشمیر کا مستقبل رہا ہے جس کو صفحہ قرطاس پر لانے میں شمیم نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی شمیم نے چمنستان کشمیر سے گل ہائے رنگارنگ کو ادب وصحافت کے سرخیوں میں پیش کیا۔ آخر آسمان صحافت کا تابندہ ستارہ یکم مئی ۱۹۸۰ء کو اس دارفانی سے رحلت فرما گیا۔

حوالہ جات

۱۔ ''شمیم احمد شمیم کج کلاہی کردار کا بانکپن'' صفحہ نمبر ۲۔۳

۲۔ شمیم ۔۔۔ آئینہ خانے میں مشمولہ شیرازہ شمیم نمبر صفحہ نمبر ۱۳۴

۳۔ ایضاً صفحہ نمبر ۱۳۵

۴۔ ''سخن ہائے گفتنی'' مشمولہ شیرازہ صفحہ نمبر ۴۔۵

۵۔ مشمولہ شیرازہ جنوری تا جولائی ۱۹۷۵ء

۶۔ ''کشمیر کا بھٹو'' مشمولہ شیرازہ شمیم احمد شمیم نمبر صفحہ نمبر ۱۴۶